بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینہ کی
۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو
قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

ایڈیٹر
شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم با تو گر آئی بہار قادیان بینی
دو بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

قیمت پیشگی سالانہ
۱۔ عوام سے صہ
۲۔ خواص و معاونین سے عہ
۳۔ ہندوستان سے باہر ے
۴۔ غیر مذاہب والوں سے ے
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے
(نوٹ) عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا

نمبر ۳۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۶ جون سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے ایک سبق

ناظرین الحکم الوصیت کا اقتباس الحکم کی گذشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہیں اسے پڑھکر وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچینگے کہ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے آج سے قریباً اڑھائی سال پیشتر آپ کے واقعہ **وفات** کو کھولدیا تھا اور کوئی امر اس میں ایسا مخفی نہیں رکھا تھا جس کے لئے مجھے یا کسی اور کو تاویل کرنے کی حاجت یا ضرورت ہو۔ اگرچہ یہ واقعہ آپ پر عرصہ سے کھلا گیا تھا جسکو انشاء اللہ میں ثابت کرونگا کوئی سلیم الفطرت اور خدا ترس انسان حضور کی شائع کردہ کتاب **الوصیت** پڑھ لینے کے بعد واقعہ وفات پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا لیکن جیسا کہ سنت اللہ قدیم سے جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں پر جسطرح ان کی بعثت کے وقت ایک انقلاب عظیم ہوتا ہے اور انھیں طرح طرح سے ہدف ملامت بنایا جاتا اور ان کے مقابلہ کے لئے ہر قسم کے منصوبے اور حیلے تراشے جاتے ہیں اسی طرح پر ان کی **وفات** پر بھی ایک شور عظیم مچایا جاتا ہے۔ **حضرت مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام منہاج نبوۃ پر مامور ہو کر آئے تھے وہ اس سنت سے اگر باہر رہ جاتے تو یقیناً آپ پر اعتراض کرنے والوں کو ایک حق پیدا ہو جاتا۔ لیکن خدا کا صادق اور برگزیدہ بندہ جسے اس نے اپنے ہاتھ سے معطر کیا تھا اور جسے اپنے مکالمات کا شرف عطا کر کے فرمایا

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی

کبھی اور کسی حال میں بھی سنت انبیاء سے نکل نہیں سکتا تھا۔ اس کی زندگی اس کے مشاغل اسکے حرکات و سکنات اسکی رفتار و گفتار غرض اس کی ہر ادا ہیں

اسوہ نبوت

موجود تھا اور یہی ایک امر تھا جس نے اس کی سچائی کو روز روشن کی طرح ظاہر کیا وہ زندگی میں جس طرح پر اس شان کا مظہر تھا اسکی **موت** نے بھی اس حقیقت کو کھول کر عملی رنگ میں دکھا دیا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب سچی اسکی ملاقات سچی خیر الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سچے اور تمام انبیاء علیہم السلام رستباز تھے اور **خدا** ہی ہے جو **حی و قیوم** ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **وفات** ایک ایسا مضمون ہے جو مستقل کتاب یا آپ کی پاک سیرۃ کا ایک مستقل باب ہو سکتا ہے اور اگر میں اس وقت اس وفات کے مختلف پہلوؤں پر بحث اور تنقید کرنے بیٹھوں تو میرا اپنا یقین ہے کہ میں ایسی راہ اختیار کرونگا جو مصلحت وقت کے صریح خلاف ہے۔ اس لئے میں اس راہ کو فی الحال ایک وقت کے لئے چھوڑتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے چاہا اور توفیق ملی تو احباب کو اس

زندگی بخش اور زندہ جاوید وفات

کے حقائق بھی سناؤنگا۔ اس وقت میں جماعت کی خدمت میں اس سبق کا ایک اشارہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کی یہ **زندگی بخش اور زندہ جاوید وفات** ہمیں دے رہی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر مخالفوں کے اعتراض ہونگے مگر یہ اعتراض نئے نہیں آج ہی نہیں ہوئے۔ یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہ کبھی وقت بھی مردار خوروں کی زبان سے اور قلم سے نہیں چھوٹ سکتے کیا ان کی زندگی اور بعثت پر اعتراض نہیں ہوا کرتے؟ کیا کوئی ہے جو کسی نبی رسول مجدد محدث کا پتہ دیسکے جس کی زندگی۔ بعثت اور موت پر اعتراض نہ کیا گیا ہو؟ حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک ایک لمبے سلسلے پر نظر کرو۔ اور دیکھو کہ

آدم اور ابلیس کا مقابلہ

کس کس رنگ میں اپنے نمونے دکھاتا رہا اور کس کس طرح پر مخلوق کو اغوا کرنے کے لئے سعی کی جاتی رہی۔ پھر اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر نکتہ چینیاں ہوں اور اعتراض کئے جاویں تو کیا وہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ ہم ان اعتراضوں کی پروا کریں؟ ہرگز نہیں۔

اس لئے نہیں کہ محض ضد یا ہٹ کے طور پر ان اعتراضات کو بے وقعت سمجھا جاوے نہیں بلکہ درحقیقت ان میں کوئی وزن اور وقعت ہے ہی نہیں۔ ہم بڑی خوشی کے ساتھ ان اعتراضات کو سنتے اور ان پر غور کرتے اگر اعتراض کرنیوالوں نے آپکی زندگی میں نہایت صاف دلی اور خدا ترسی سے آپ کی تبلیغ کو سنا ہوتا اور تقویٰ سے کام لیکر اس پر غور کیا ہوتا۔ جب آپ کی بعثت کے ساتھ ہی

انت کاذب انت کاذب

کی آواز چہار طرف سے بلند ہوئی اور کفر کے فتوے شائع کئے گئے تو اب ان زبان درازوں کی بکواس کیا اثر پیدا کر سکتی ہے

یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کی بعثت جیسے عظیم الشان واقعہ ہوتا ہے اسی طرح پر ان کی وفات ایک بھاری **انقلاب عظیم** ہوتا ہے مگر جس طرح پر فراست صحیحہ سے کام لینے والے مومن اس کی ابتدائی حالت میں اس کی شناخت کر لیتے ہیں اسی طرح پر ان کی وفات اگرچہ ایک حد تک ان کی ہستی کی بنیاد کو ہلا دیتی ہے مگر ان کا **ایمان اور بھی مستحکم ہو جاتا ہے**

اور اس وفات میں خدا تعالیٰ کے عجیب و غریب نشانات کو دیکھتے ہیں۔ انبیاء و رسل کی وفات اگر حیرت انگیز تبدیلی اور اثر پیدا کرنے والی نہ ہوتی تو خدا تعالیٰ کی مجید کتاب میں

ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل
افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

کی وحی نازل نہ ہوتی۔ اور حضرت مسیح پر انی متوفیک
ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا الی الآیۃ

کی وحی نہ آتی اور اسی طرح یہ اگر ان کی وفات پر طوفان بے تمیزی پیدا ہونے والا نہ ہوتا اور مختلف قسم کے اعتراضوں اور ملامتوں کا موقعہ نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ اُن کی زبان سے یہ نہ فرماتا

والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا

اس سلامتی کی بشارت ظاہر کرتی ہے کہ ان کی پیدائش اور وفات معترضوں کی آماجگاہ ہونے والی تھی چنانچہ کون اس سے ناواقف ہے کہ ان کی پیدائش پر خطرناک سے خطرناک الزام لگایا گیا اور ان کی وفات کو

لعنتی موت

قرار دیا گیا لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اُن کو بری فرمایا اور سلامتی بخشی اور ثابت کر کے دکھایا کہ فی الحقیقت جیسا سلامتی کا وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا ہوا۔ لیکن یہ وعدہ کس ذریعہ پورا ہوا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام مسیح موعود

کے ذریعہ یہ اور اس قسم کی متعدد آیتیں صاف طور پر بتاتی ہیں کہ انبیاء و رسل کی وفات پر نکتہ چینیاں ہوتی ہیں اور وہ مختلف قسم کی ہوتی ہیں اسی طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آج سے تیس برس پیشتر وحی ہوئی تھی

یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا

یہ وحی براہین احمدیہ میں موجود ہے جبکہ ابھی آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا تھا یہ وحی صاف طور پر بتاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی وفات پر بھی ناگفتہ بہ نکتہ چینیاں ہونگی اور نا ہنجار اور نا اہل آپ کی

طبعی وفات کو ہلاکت قرار دیں گے اور ہلاکت کے رنگ میں آپ کے رفع اور تطہیر پر معترض ہونگے مگر خدا تعالیٰ نے پہلے سے بشارت دیدی تھی کہ

طبعی وفات ہوگی **رفع** ہوگا۔ تطہیر ہوگی اور مخالفین کفار کے تمام اعتراضوں اور بیہودہ گوئیوں سے آپ کو پاک کیا جائیگا۔ اور یوم القیامۃ تک آپ کے متبعین ہی کو غلبہ ہوگا۔ اور پھر اسی کی تائید میں وہ تمام الہامات ہیں جن میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ

لا نبقی لک من المخزیات ذکرا ولا نبقی من المخزیات شیئا

اس وحی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد لیے ذکر پھیلانے کی کوشش کی جائے گی جس میں زور و ضلالت کی نجاست کھا نیوالے مردار خور (معاذ اللہ) آپ کی فتح اور ذلت کو پیدا کرنا چاہیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے سے وعدہ اور بشارت دی ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے کسی بھی ذکر کو باقی نہیں رہنے دیگا اور میرا اپنا ایمان ہے کہ

نہ ایسا ذکر رہیگا نہ ذکر کرنے والے

خدا تعالیٰ کے وعدے اٹل ہیں اور اس کی باتیں سچی اس کا برگزیدہ بندہ مسیح موعود سچا تھا اور خدا نے اسے جو وعدے دیئے وہ سب سچے وہ ایک پہاڑ ہے جو اس سے ٹکرائیگا وہ چکنا چور ہو جائیگا

غرض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور کشوف اور اللہ تعالیٰ کی سنت قدیم اور منہاج نبوۃ ہمارے لئے خضر راہ ہیں وہ بتاتے ہیں کہ واقعات وفات پر کیا ہوتا ہے اس لئے ہمیں ان اعتراضوں یا نکتہ چینیوں سے ہرگز گھبرانا نہیں چاہیئے ان کی **حقیقت انشاء اللہ العزیز کھل جائیگی اور بہت جلد کھل جائیگی**۔

میں خود بھی اور دوسرے بزرگان ملت بھی ان اعتراضوں پر تنقید کریں گے جو مخالفوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ یا ہوں گے۔ مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ خود جواب دیگا

اور دنیا پر ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود کے نشانات۔ آپ کے خوارق آپ کے کرامات کا سلسلہ بند نہیں ہوا

بلکہ جاری ہے

چنانچہ وہ **پیشگوئیاں** اور وعدے جو جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **وفات** اور واقعہ وفات سے متعلق ہیں اُن کا آغاز اب ہوتا ہے یہ گویا آپ کی زندگی کا

دوسرا باب ہے

اس لئے ہمیں ہراساں نہیں ہونا چاہیئے بلکہ خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید کا خیر مقدم کرنے کے لئے طیار ہونا ضرور ہے۔ حضرت مسیح موعود نے جب خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر تائید دین کے لئے **فتح اسلام** شائع کیا تھا تو اس میں لکھا تھا۔

سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر تازگی
اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور
وہ آفتاب اپنے پورے کمال کیسا تھ پھر چڑھیگا
جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں
ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے
رہے جب تک محنت اور جانفشانی سے
ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے
آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں
اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول
نہ کر لیں اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ
مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا
یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی
اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے

جن سطور کو میں نے جلی کر دیا ہے ان کو پڑھو اور پھر پڑھو اور پھر پڑھو اس لئے کہ انہیں تمہارے لئے زندگی کی روح ہے۔ حضرت مسیح موعود کی موت ایسی حالت میں کیا ہمارے لئے دلشکن ہو سکتی ہے؟ کبھی نہیں۔

ہم سب کو آپ کی وفات پر ایک روحانی صدمہ اور قلبی قلق ہے مگر اس کی وجہ اور باعث اور ہے یہ موت اگر نہ ہوتی تو وہ آفتاب صداقت جس کے طلوع کی بشارت دی گئی ہے ابھی تک رکا رہتا۔ پس میں اپنی جماعت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے واقعہ سے اس سبق لینے کی یاد دہانی کرتا ہوں جو آپ نے عملی رنگ میں ہمیں دیا ہے

اور وہ یہی ہے کہ آپ کے آخری لمحے بھی جس فکر اور غم میں گذرے وہ

اشاعت دین

تھا۔ آپ نے دکھا دیا کہ ہمارا مرنا اور ... جینا خدا ہی کے لئے ہو اور اسی کے دین قدیم کی حمایت اور نصرت کی خاطر ہو۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

آپ نے بتایا ہے کہ کس طرح حق کے مخالفوں نے آپ کو اپنے کام سے روکنا چاہا۔ اور کس کس رنگ میں آپ کو دکھ دینے کے منصوبے کئے گئے مگر بتاؤ کیا کوئی مشکل اور کوئی تکلیف کوئی منصوبہ کوئی شرارت آپ کی راہ میں روک ہو سکی؟ کیا فتوے کفر نے آپ کو روکا؟ کیا مقدمات نے آپ کے قدم کو سست کیا؟ ہر آفت اور مصیبت آپ کے لئے نئی تائید اور جدید نصرت کا ذریعہ ہوتی گئی جس سے آپ کے عزم میں اور بھی رسوخ اور استحکام ہوتا گیا اور آپ کا قدم پہلے سے آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ

میناء صدق پر جا کھڑے ہوئے

پس ہم پر اس سے زیادہ اعتراض اس سے زیادہ حملے اور اس سے زیادہ نکتہ چینیاں نہیں ہونگی۔ ہمارے لئے اپنے امام کا اسوۃ قابل اقتداء ہے اسی سے ہم جیتیں گے اگر جیتیں گے اور یہی ہماری تسلی اور کامیابی کا ذریعہ ہوگا اور موجب ہوگا۔

یہ وقت کچھ شک نہیں بڑی آفت اور مصیبت کا وقت ہے ہمارا امام ہم سے جدا ہو چکا ہے مگر کیا یہ وقت ایک دن آنیوالا نہ تھا؟ اور کیا یہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے جب تم میں سے کوئی ایک آج سے دس بارہ سال پیشتر اس سلسلہ میں داخل ہوتا تھا اور جماعت کی تعداد بہت ہی محدود اور کمزور تھی؟ آج خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ

چار لاکھ سے زیادہ ہو

اور پھر خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو جو تم میں پہلے ہی حکیم الامۃ کہلاتا تھا تم نے آپ اُس کا نام صدیق اور امین رکھا تھا توفیق اور طاقت دی کہ وہ اس عظیم الشان بوجھ کے لئے باوجود پیرانہ سالی کے اپنی گردن جھکا ...

ہو مگر خدا اسے ضائع کر دیگا؟ ہرگز نہیں۔ دشمنان اسلام کے لئے تو یہ رونے کا مقام ہے مگر وہ احمق ہیں جو ہنستے ہیں وہ سمجھتے ہیں مرزا مر گیا (بقیہ دیکھو صفحہ ۸ سطر ...)

چشمۂ معرفت

یا ایہا الناس اشربوا من قربتی -
قد ملأمن بحار الفیض سقائی -

کتاب مستطاب چشمۂ معرفت یعنے مضمون (الہامی کتاب) جلسہ آریہ لاہور معہ ضمیمہ بجواب اعتراضات مضمون آریہ جو اوائل دسمبر ۱۹۰۷ء میں محلہ وچھووالی میں منعقد ہوا تھا اور جس میں مسلمانوں کو بذریعہ خطوط و اشتہار طلب کرکے آریہ قوم کے مہاتماؤں نے دلخراش گالیوں سے اپنے مہمانوں کے دلوں کو گھایل کیا تھا بفضل قادر مطلق ۳۳۰ صفحہ کے حجم میں حضرت اقدس مسیح موعود (انپر ہزاروں سلام و درود) کے قلم سے لکھی گئی ہے اور ۱۵ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو بحکم مسیح موعود شایع ہو گئی۔ جن احباب کی درخواستیں پہلے سے موجود ہیں انکو بذریعہ وی پی روانہ ہو رہی ہے۔ جدید درخواستوں کی تعمیل بھی جلدی ہو جاویگی۔ . . . .

قیمت مجلد تین روپیہ ہے اور بلا جلد کی دو روپیہ آٹھ آنہ

جدید درخواستیں بھیجنے والے اس امر کی تشریح ضرور کریں کہ مجلد روانہ ہو یا بلا جلد۔

المشتہر مہتمم کتبخانہ حضرت مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور ۱۵ مئی سنہ ۱۹۰۸ء

خطبۂ جمعہ

از حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء مسجد اقصیٰ

اشہد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورہ الفلق تمام تر

چار قُل جو نماز میں اور نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ اُن میں سے یہ تیسرا قُل ہے۔ قُل اعوذ برب الفلق۔ قرآن شریف میں فلق کا لفظ تین طرح پر استعمال ہوا ہے۔ فالق الاصباح۔ فالق الحب والنویٰ۔ پس خدا فالق الاصباح۔ فالق الحب اور فالق النویٰ ہے۔ دیکھو رات کے وقت خلقت کیسی ظلمت اور غفلت میں ہوتی ہے۔ بجز موذی جانوروں کے عام طور سے چرند۔ پرند بھی اس وقت آرام اور ایک طرح کی غفلت میں ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکیدی حکم دیا ہے کہ رات کے وقت گھروں کے دروازے بند کر لیا کرو۔ کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانک رکھا کرو خصوصاً جب اندھیرے کا ابتدا ہو۔ اور بچوں کو ایسے اوقات میں باہر نہ جانے دو کیونکہ وہ وقت شیاطین کے زور کا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تصدیق جو کہ آج سے تیرہ سو برس ۱۳ پیشتر ایک اُمی بیابان عرب کے ریگستانوں کے رہنے والے کے مونہہ سے نکلا تھا آج اس روشنی اور علمی ترقی کے زمانہ میں بھی نہایت باریک در باریک محنتوں اور کوششوں کی تحقیقات کے بعد بھی ہو رہی ہے۔ جو کچھ آپ نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر فرمایا تھا۔ آج بڑی بڑی اور ہزار کوشش کے بعد بھی کوئی سچا علم یا سائینس اُسے جھوٹا نہیں کر سکا۔ اس نئی تحقیقات سے جو کچھ ثابت ہوا ہے وہ بھی یہی ہے کہ کل موذی اجرام اندھیرے میں اور خصوصاً ابتدا اندھیرے میں جوش مارتے ہیں۔ مگر لوگ بباعث غفلت ان امور کی قدر نہیں کرتے۔

رات کی ظلمت میں عاشق اور معشوق۔ قیدی اور قید کنندہ۔ بادشاہ اور فقیر۔ ظالم اور مظلوم سب ایک رنگ میں ہوتے ہیں۔ اور سب پر غفلت طاری ہوتی ہے۔ ادھر صبح ہوئی اور جانور بھی پھڑپھڑانے لگے۔ مرغے بھی آوازیں دینے لگے بعض خوش الحان آنے والی صبح کی خوشی میں اپنی پیاری راگنیاں گانے لگے۔ غرض انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ سب پر خود بخود ایک قسم کا اثر ہو جاتا ہے اور جُوں جُوں روشنی زور پکڑتی جاتی ہے تُوں تُوں سب ہوش میں آتے جاتے ہیں۔ گلی کوچے۔ بازار۔ دوکانیں جنگل ویرانے سب جو کہ رات کو بھیانک اور سنسان پڑے تھے اُن میں چہل۔ پہل اور رونق شروع ہو جاتی ہے۔ گویا یہ بھی ایک قسم کا قیامت اور حشر کا نظارہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فالق الاصباح میں ہوں۔

حب۔ گیہوں۔ جو۔ چاول وغیرہ اناج کے دانوں کو کہتے ہیں۔ دیکھو کسان لوگ بھی کس طرح سے اپنے گھروں میں سے نکال کر باہر جنگلوں میں اور زمین میں پھینک آتے ہیں۔ وہاں ان کو اندھیرے اور گرمی میں ایک کیڑا لگ جاتا ہے اور دانے کو مٹی کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ نشو و نما پاتا پھیلتا پھولتا ہے۔ اور کس طرح ایک ایک دانہ کا ہزار در ہزار بن جاتا ہے۔

اسی طرح ایک گٹک (گٹھلی) کیسی ردی اور ناکارہ چیز جانی گئی ہے۔ لوگ آم کا رس چوس لیتے ہیں گٹھلی پھینک دیتے ہیں۔ عام طور سے غور کر کے دیکھو کہ گٹھلی کو ایک ردی اور بے فایدہ چیز جانا گیا ہے مختلف پھلوں میں جو چیز کھانے کے قابل ہوتی ہے وہ کھائی جاتی ہے اور گٹھلی پھینک دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں فالق الحب والنویٰ ہوں اس چیز کو جسے تم لوگ ایک ردی سمجھکر پھینک دیتے ہو اس سے کیسے کیسے درخت پیدا کرتا ہوں۔ کہ انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند سب اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ اُن کے سایے میں آرام پاتے ہیں۔ اُن کے پھلوں سے فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ میوے۔ شربت۔ غذائیں۔ دوائیں اور مقوی اشیاء خوردنی اُن سے مہیا ہوتی ہیں۔ اُن کے پتوں اور اُن کی لکڑی سے بھی فایدہ اُٹھاتے ہو گٹھلی کیسی ایک حقیر اور ذلیل چیز ہوتی ہے مگر جب وہ خدائی تصرف میں آکر خدا کی ربوبیت کے نیچے آجاتی ہے تو اس سے کیا کا کیا بن جاتا ہے۔

غرض اس چھوٹی سی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے لفظ فلق کے نیچے باریک در باریک حکمتیں رکھی ہیں اور انسان کو ترقی کی راہ بتائی ہے۔ کہ دیکھو جب کوئی چیز میرے قبضہ قدرت اور ربوبیت کے ماتحت آجاتی ہے تو پھر وہ کس طرح ادنے اور ارذل حالت سے اعلےٰ اور اعلےٰ بن جاتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو

مدنظر رکھکر اور اس کی کامل قدرت کا یقین کر کے اور اس کے اسماء اور صفات کاملہ کو پیش نظر رکھکر اس سے دعا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے بڑھاتا اور ترقی دیتا ہے۔

مجھے ایک دفعہ ایک نہایت مشکل امر کے واسطے اس دعا سے کام لینے سے کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں لاہور میں گیا۔ میرے آشنا نے مجھے ایک جگہ لے جانے کے واسطے کہا اور میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ مگر نہیں معلوم کہ کہاں لے جاتا ہے اور کیا کام ہے۔ اس طرح کی بے علمی میں وہ مجھے ایک مسجد میں لے گیا جہاں بہت لوگ جمع تھے۔ قرائن سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ کسی مباحثہ کی تیاری ہے۔ میری چونکہ نماز عصر باقی تھی میں نے اُن سے کہا کہ مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ یہ مجھے ایک موقع مل گیا کہ میں دعا کر لوں۔ خدا کی قدرت اس وقت میں نے اس سورۃ کو بطور دعا پڑھا اور ایسا باریک در باریک رنگ میں اس دعا کو وسیع کر دیا۔ اور دعا کی کہ اے خدا اے قادر و توانا تیرا نام فالق الاصباح فالق الحب والنوی ہے۔ میں ظلمات میں ہوں میری تمام ظلمتیں دور کر دے اور مجھے ایک نور عطا کر جس سے میں ہر ایک ظلمت کے شر سے تیری پناہ میں آجاؤں سو مجھے ہر امر میں ایک حجت نیرہ اور برہان قاطعہ اور فرقان عطا فرما۔ میں اگر اندھیروں میں ہوں اور کوئی علم مجھ میں نہیں ہے تو تو ان ظلمات کو مجھ سے دور کر کے وہ علوم مجھے عطا فرما۔ اور اگر میں ایک دانہ یا گٹھلی کی طرح کمزور اور ردی چیز ہوں تو تو مجھے اپنے قبضہ قدرت اور ربوبیت میں لیکر اپنی قدرت کے کرشمہ دکھا۔ غرض اُس وقت میں نے اس رنگ میں دعا کی اور اس کو وسیع کیا جتنا کہ کر سکتا تھا۔ بعدہ میں نماز سے فارغ ہو کر اُن لوگوں کی طرف مخاطب ہوا۔ خدا کی قدرت کہ اس وقت جو مولوی میرے ساتھ مباحثہ کرنے کے واسطے تیار کیا گیا تھا وہ بخاری لیکر میرے سامنے بڑے ادب سے شاگردوں کی طرح بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھے آپ پڑھاویں۔ وہ صلح حدیبیہ کی ایک حدیث تھی۔ حضرت مرزا صاحب کے متعلق اُس میں کوئی ذکر نہ تھا۔ لوگ حیران تھے اور میں خداتعالیٰ کے تصرف اور کاملہ قدرت پر خدا کے جلال کا خیال کرتا تھا۔ آخر لوگوں نے اس سے کہا کہ یہاں تو مباحثہ کے واسطے ہم لائے تھے۔ تم ان سے پڑھنے بیٹھ گئے ہو۔ اگر پڑھنا ہی مقصود ہے تو ہم مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کر دیتے ان کے ساتھ جموں چلے جاؤ اور روٹی بھی مل جایا کرے گی۔

وہی شخص ایک بار پھر مجھے ملا اور کہا کہ میں اپنی خطا معاف کرانے آیا ہوں کہ میں نے کیوں آپ کی بے ادبی کی۔ میں حیران تھا کہ اس نے میری کیا بے ادبی کی۔ حالانکہ اس وقت بھی اس نے میری کوئی بے ادبی نہ کی تھی۔

غرض یاد رکھو کہ خداتعالیٰ بڑا قادر خدا ہے۔ اور اس کے تصرفات بہت یقینی ہیں۔ اس وقت تم لوگوں کے سامنے ایک زندہ نمونہ رب الفلق کے ثبوت میں کھڑا ہے۔ اپنے ایمان تازہ کرو۔ اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ سچی تڑپ اور درد دل کی دعا کو ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرتا۔

مِن شَرِّ مَا خَلَقَ۔ مخلوق الٰہی میں بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ بعض اوقات انسان کے واسطے مضر ہو جاتی ہیں۔ اُن سے بھی اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے کیونکہ وہ بھی خدا ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ۔ اور اندھیرے کے شر سے جب وہ بہت اندھیرا کر دیوے۔ ہر اندھیرا ایک شر کو اٹھاتا ہے۔ جتنے بھی موذی جانور ہیں مثلاً مچھر۔ پسو۔ کھٹمل۔ جوں۔ ادنےٰ سے اعلیٰ اقسام تک کل موذی جانوروں کا قاعدہ ہے کہ وہ اندھیرے میں جوش مارتے ہیں اور اندھیرے کے وقت ان کا ایک خاص زور ہوتا ہے۔

ظلمت بھی بہت قسم کی ہے۔ ایک ظلمت فطرت ہوتی ہے۔ جب انسان میں ظلمت فطرت ہوتی ہے تو اس کو ہزار دلائل سے سمجھاؤ اور لاکھ نشان اسکے سامنے پیش کرو وہ اس کی سمجھ میں ہی نہیں آسکتے۔ ایک ظلمت جہالت ہوتی ہے۔ ایک ظلمت عادت۔ ظلمت رسم۔ ظلمت صحبت۔ ظلمت معاصی۔ غرض یہ سب اندھیرے ہیں۔ دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان سب سے محفوظ رکھے۔

وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ۔ اس قسم کے شریر لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ میں نے اس قسم کے لوگوں کی بہت تحقیقات کی ہے اور اس میں مشغول رہا ہوں۔ اور طب کی وجہ سے ایسے لوگوں سے مجھے واسطہ بھی بہت پڑا ہے کیونکہ اس علم کی وجہ سے ایسے لوگوں کو بھی میرے پاس آنے کی ضرورت پڑتی ہے اور میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا ہے۔ ان لوگوں کو خطرناک قسما قسم کے زہر یاد ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے بعض امراض انسان کے لاحق حال ہو جاتی ہیں۔ وہ زہر یہ لوگ باریک در باریک تدابیر سے خادماؤں یا چوہڑیوں کے ذریعہ سے لوگوں کے گھروں میں دفن کرا دیتے ہیں۔ آخر کار اُن کے اثر سے لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے چھوڑے ہوئے لوگ مرد اور عورتیں اُن بیماروں کو کہتی ہیں کہ کسی نے تم پر جادو کیا ہے کسی نے تم پر سحر کیا ہے۔ لہذا اس کا علاج فلاں شخص کے پاس ہے۔ آخر مرتا کیا نہ کرتا۔ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنی مستورات کے ذریعہ سے چونکہ ان کو علم ہوتا ہے کہ وہ زہر کہاں مدفون ہے۔ اور ان کے پاس ایک باقاعدہ فہرست ہوتی ہے وہ زہر مدفون نکال کر اُن کو بتاتے ہیں اور اس طرح سے ان بیماروں کا اعتقاد اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو چونکہ ان زہروں کے تریاق بھی یاد ہوتے ہیں ان کے استعمال سے بعض اوقات تعویذ کے رنگ میں تھکر ہونے سے یا کسی اور ترکیب سے اُن کا استعمال کراتے ہیں اور اُن سے ہزاروں روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح سے بعض کو کامیاب اور بعض کو ہلاک کرتے ہیں۔ ایک تو یہ لوگ ہیں۔ جو لوگوں کو اپنے فایدے کی غرض سے قسما قسم کی ایذائیں پہنچاتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ شریر لوگ ہیں جو مومنوں کے کاروبار میں اپنی بد تدابیر سے روک اور ہرج پیدا کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے پھر مومنوں کی کامیابی میں مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر آخر کار وہ ناکام رہ جاتے ہیں اور مومنین کا گروہ مظفر و منصور اور بامراد ہو جاتا ہے۔

وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۔ کسی کی عزت۔ بھلائی۔ بڑائی۔ بہتری۔ اکرام اور جاہ و جلال کو دیکھ جلنے والے لوگ بھی بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی انسانی ارادوں میں بوجہ اپنے حسد کے روک پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

غرض یہ سورۃ مشتمل ہے ایک جامع دعا پر۔ رسول اکرمؐ نے اس سورۃ کے نزول کے بعد بہت سے تعوذ کی دعائیں ترک کر دی تھیں۔ اور اسی کا ورد کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بیماری کی حالت میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سورۃ کو آپ کے دست مبارک پر پڑھ پڑھ کر آپ کے منہ اور بدن پر ملتی تھیں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے عام طور سے اب ان عجیب پُر تاثیر اوراد کو قریباً ترک ہی کر دیا ہے۔

انسان جب ایک گناہ کرتا ہے تو اُسے دوسرے کے واسطے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک گناہ دوسرے کو بُلاتا ہے۔ اور اسی طرح ایک نیکی دوسری نیکی کو بلاتی ہے۔ دیکھو بدنظری ایک گناہ ہے۔ جب انسان اس کا ارتکاب کرتا ہے تو دوسرے گناہ کا بھی اسے ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور زبان کو بھی اس طرح شامل کرتا ہے کہ کسی سے دریافت کرتا ہے کہ یہ عورت کون ہے کس جگہ رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب زبان بھی ملوث ہوئی۔ اور ایک دوسرا شخص بھی [illegible]

[illegible] اور جواب سننے کی وجہ سے کان بھی شریک گناہ ہو گئے اسکے بعد اسکے دل اور روپیہ پر اثر پڑتا ہے اور اس گناہ کے حصول کیواسطے روپیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ غرض ایک گناہ دوسرے کا باعث ہوتا ہے۔ پس مسلمان انسان کو چاہیئے کہ ایسے ارادوں

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام الرحمٰن مقام لاہور

۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۸ء قبل ظہر فرمایا

ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور سے کچھ کرکے دکھلانے والے ہوں۔ علمیت کا زبانی دعوےٰ کسی کام کا نہیں۔ ایسے ہوں کہ نخوت اور تکبر سے بکلی پاک ہوں اور ہماری صحبت میں رہ کر یا کم از کم ہماری کتابوں کے کثرت سے مطالعہ کرنے سے اُن کی علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو۔

البتہ **شیخ غلام احمد** اس کام کیواسطے اچھا آدمی معلوم ہوا ہے اس کی کلام میں بھی تاثیر ہے۔ اور اخلاص و محبت سے اُس نے اپنے اوپر اس شدت گرمی میں اتنا وسیع دورہ کرنیکا بوجھ اُٹھایا ہے۔ کچھ خدا کی حکمت ہے کہ لوگ اس کا کلام سُننے کیواسطے جمع بھی ہو ہی جاتے ہیں۔ ایک جگہ اس کو پتھر بھی پڑے تاکہ خدا کی قدرت سے وہ پتھر بجائے اُس کے کسی دوسرے کو لگا اور وہ زخمی ہوا۔ تبلیغ سلسلہ کے واسطے ایسے آدمیوں کے دوروں کی ضرورت ہے مگر ایسے لائق آدمی مل جاویں کہ وہ اپنی زندگی اس راہ میں وقف کردیں۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ بھی اشاعت اسلام کیواسطے دور دراز ممالک میں جایا کرتے تھے۔ یہ جو چین کے ملک میں کئی کروڑ مسلمان ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی صحابہ میں سے کوئی شخص پہنچا ہوگا۔

اگر اسی طرح **بیس ۲۰ یا تیس ۳۰** آدمی متفرق مقامات میں چلے جاویں تو بہت جلدی تبلیغ ہو سکتی ہے۔ مگر جب تک ایسے آدمی ہمارے منشا کے مطابق اور قناعت شعار نہ ہوں تب تک ہم اُن کو پورے پورے اختیارات بھی نہیں دے سکتے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ ایسے قانع اور جفاکش تھے کہ بعض اوقات صرف درختوں کے پتوں پر ہی گذر کر لیتے۔

تمام ہندوستان ہمارے دعاوی سے ابھی بے خبر پڑا ہے کہ گویا کسی کو خبر ہی نہیں۔ میرے نزدیک یہ مدرسہ یا کالج وغیرہ کا بنانا اول سلسلہ کی مضبوطی پر موقوف ہے۔ اول چاہئیے کہ سلسلہ میں ایسے لوگ ہوں جو سلسلہ کی ضروریات کی مدد کر سکتے ہوں۔ جب سلسلہ کی ضروریات **مثل لنگر** وغیرہ ہی پوری نہیں ہوتیں تو اور کاموں میں بہت توجہ کرنا بھی بے فائدہ ہے۔ اگر کچھ ایسے لائق اور قابل آدمی سلسلہ کی خدمات کے واسطے نکل جاویں جو فقط لوگوں کو اس سلسلہ کی خبر ہی پہنچا دیں تو بھی بہت بڑے فائدہ کی توقع کی جا سکتی ہے۔

مسٹر ریگ (جس کے نام نامی سے الحکم کے ناظرین کو میں قبل ازیں بذریعہ دو مضامین بطور سوال و جواب انٹرو ٹریبون سے کرا چکا ہوں۔ اُن کے متعلق حضرت اقدس ؑ نے فرمایا کہ) دیکھو وہ ہمارے پاس آیا تو آخر کچھ نہ کچھ تو تبادلہ خیالات کر ہی گیا۔

اسپر حضرت مفتی محمد صادق صاحب جن کو تبلیغ سلسلہ احمدیہ کی ایک قسم کی لو اور دھن لگی ہوئی ہے۔ اور بہت کم ایسے مقام ولایت میں ہوں گے جہاں کے محقق انگریزوں اور اخبارات کے ایڈیٹران وغیرہ کی اطلاع پا کر انہوں نے ان معاملات میں خط و کتابت نہ کی ہو۔ اور مسیح موعود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی تبلیغ اُن کو نہ کی ہو۔ امریکہ کے ڈوئی کی حسرت ناک تباہی اور لنڈن کے پگٹ کی مایوسانہ نامرادی بھی حضرت مفتی صاحب ممدوح ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے جس طرح ڈوئی اور پگٹ کا بیڑا غرق کر دیا اسی طرح کئی سعید روحوں کے واسطے باعث ہدایت بھی آپ ہی ہوئے اور آپ ہی کی سچی **مخلصانہ کوششیں** اور جوش تبلیغ حق کا یہ نتیجہ ہوا کہ یورپ اور امریکہ کے بعض انگریزوں اور لیڈیوں نے حضرت اقدس ؑ کی صداقت کو مان لیا اور اپنے خیالات فاسدہ سے توبہ کی۔ غرض مفتی صاحب موصوف کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ ساری احمدی دنیا اُن کے نام نامی سے واقف اور اُن کے اخلاص صدق و وفا سے آگاہ ہے۔ یہ شخص جو پروفیسر ریگ کے نام نامی سے مشہور ہے یہ بھی آپ ہی کی سعی اور جوش کا نتیجہ ہے۔ آپ نے آج کے تذکرہ پر حضرت اقدس ؑ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اس کے خیالات میں حضور کی ملاقات کے بعد عظیم الشان انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔

چنانچہ

پہلے وہ ہمیشہ جب اپنے لیکچروں میں اجرام سماوی وغیرہ کی تصاویر دکھاتا اور کبھی مسیح کی مصلوب تصویر پیش کیا کرتا تھا تو یہ کہا کرتا تھا کہ یہ مسیح کی تصویر ہے جس نے دنیا پر رحم کرکے تمام دنیا کے گناہوں کے بدلے میں ایک اپنی اکلوتی جان خدا کے حضور پیش کی اور تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو کر دنیا پر اپنی کامل محبت اور رحم کا ثبوت دیا۔

مگر

اب جبکہ اُس نے حضور سے ملاقات کی اور پھر لیکچر دیا از مسیح کی مصلوب تصویر دکھاتے ہوئے صرف یہ الفاظ کہے کہ **یہ تصویر صرف عیسائیوں کے واسطے موجب خوشی ہو سکتی ہے۔ سچی تعریف اور ستائش کے لائق وہی سب سے بڑا خدا ہے** پہلے اپنے لیکچر میں بیان کیا کرتا تھا کہ نسل انسانی آہستہ آہستہ ترقی کرکے ادنےٰ حالت سے بندر اور پھر بندر سے ترقی پا کر انسان بنا۔ مگر اس دفعہ کے لیکچر میں اُس نے صاف اقرار کیا کہ یہ **ڈاروں کا قول ہے اگرچہ اس قابل نہیں کہ اس سے اتفاق کیا جاوے۔** بلکہ انسان اپنی حالت میں خود ہی ترقی کرتا ہے۔ غرضیکہ اسپر بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ اور وہ حضور کی ملاقات کے بعد ایک نئے خیالات کا انسان بن گیا ہے اور اُن خیالات کو جرأت سے بیان کرتا ہے۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصل تقریر کی طرف رجوع کیا اور فرمایا کہ ابھی ایسے لمبے سفروں کی چنداں ضرورت نہیں کہ ممالک یورپ اور امریکہ میں جاویں۔ بلکہ ابھی تو خود ہندوستان ہی اس بات کا ازبس محتاج ہے۔

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

ان ممالک میں جانا ایسے لوگوں کا کام ہے جو اُن کی زبان سے بخوبی واقف ہوں اور اُن کے طرز بیان اور خیالات سے خوب آگاہ۔ سفر کے شدائد اُٹھا سکیں۔ اور اُن کی صحت کی حالت بھی بہت اچھی ہو۔

بصورت موجودہ یہ کام بھی بہت بڑا بھاری ہے کہ چند ایسے آدمی ہوں کہ وہ اسی ملک میں اچھی طرح سے گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو ہماری بعثت کی اطلاع دے دیں۔

کسی لیکچر کے متعلق ذکر تھا کہ انہوں نے اپنے لیکچر میں بیان کیا کہ "اسلام بذریعہ اخلاق کے پھیلا ہے نہ تلوار سے۔ جنہوں نے اپنے اخلاق کریمہ کی وجہ سے دنیا میں اسلام کو پھیلایا ہے" وغیرہ۔ مگر موجودہ زمانہ کے متعلق بجز خاموشی کچھ پیش نہیں کر سکتے فرمایا تلک امۃ قد

تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم۔

اُن اولیاء اور بزرگوں کو اس موجودہ زمانہ سے تعلق ہی کیا ہے؟ وہ اپنے وقت پر آئے اور اپنا کام کر کے چلے گئے۔ اب زمانہ موجودہ میں بھی کسی مجدد یا خادم دین کی ضرورت ہے یا کہ بخیال اُن کے یہ زمانہ دجالوں ہی کے آنے کا زمانہ ہے؟۔ ضرورت کا احساس تو دلوں میں موجود ہے۔ حالات موجودہ پکار کر کہ رہے ہیں کہ کسی مصلح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آج ہی پیسہ اخبار میں ایک انگریز کا مضمون تھا اُس نے کسی جگہ پر اپنے لیکچر میں بیان کیا کہ زمانہ پکار کر کہ رہا ہے کہ ہندو۔ مسلمان۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو اتفاق کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "مسلمان۔ یہودی اور نصرانی سب کے سب بلا امتیاز انسانی گروہ میں اتحاد و اتفاق دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ اور **مہدی موعود** کے آنے کا انتظار دیکھ رہے ہیں جو کہ دیر یا سویر عالم وجود میں آکر تمام انسانوں میں **یگانگت کا رشتہ قائم کر دیگا** میں اس مہدی کے متعلق اپنی ذاتی رائے یہ رکھتا ہوں کہ وہ **اہل قلم میں سے ہوگا**۔ اور اسی زبردست آلہ کے ذریعہ سے اقوام عالم کے دلوں میں تخم یگانگت بو سکے گا" (پیسہ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۰۸ء)

غرض اس امر کا احساس تو ہر ملک و ملت کے لوگوں میں پایا جاتا ہے مگر چاہیے تھا کہ ضرورت کے مطابق کوئی پیدا بھی ہوتا اور وہ اسلام کا نور اور برکات دکھا کر زندہ معجزات سے اسلام کے فیوض اور زندگی کا ثبوت دیتا۔ نہ یہ کہ اس زمانہ پر پہنچکر خاموشی اختیار کی جاتی اور کہا جاتا کہ اب اسلام زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے اور کوئی ولی یا بزرگ موجود نہیں جو نشانات دکھا کر اسلام کی زندگی کا ثبوت دے۔ مانا کہ اخلاق فاضلہ بھی کسی مذہب کی صداقت کی کسی قدر دلیل ہوسکتے ہیں اور ان کا بھی کسی قدر اثر بیرونی لوگوں پر ہوتا ہے مگر صرف اخلاق فاضلہ ہی حقیقی اور زندہ ایمان نہیں دے سکتے بلکہ وہ درجہ ایمان جو انسان کو خدا تعالیٰ کے پر کامل ایمان عطا کرتا ہے اور گناہ سوز زندگی کا آغاز ہوتا ہے وہ صرف خدا کے اپنے تازہ نشانوں سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ جو وہ اپنے ماموروں کی معرفت دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔

فرمایا

موجودہ صورت میں تو بہ نسبت مسلمانوں کے ہمیں ہندوؤں سے زیادہ امید نظر آتی ہے۔ کیونکہ وہ تعلیم کی ترقی کی وجہ سے اور کچھ تجربہ کی وجہ سے بہت کچھ سمجھ گئے ہیں۔ ہمارا تو خود کبھی بھی یہ منشا نہیں کہ ان لوگوں کے مسلمہ بزرگوں کو گالیاں دی جاویں یا اُن کی عزت نہ کی جاوے۔ اور اسی طرح ہم اُن سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ یہ لوگ بھی اتنا ہی کریں خواہ ایمان نہ لاویں مگر اُن کو بُرا بھی نہ کہیں۔ اور کہ دین کو سچا مانتے ہیں۔

یہ موجودہ زمانہ میں پھوٹ اور نفاق کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کو بند کردیں۔ اور بالکل ممانعت کردیں کہ باہم ایک دوسرے مذہب کی مخالفت میں ہتک آمیز کلمات اور کتابیں بالکل بند کر دی جاویں اور چھاپے ہی نہ جاویں اور ایک ایسی ہوا چل جاوے کہ آپس میں محبت ہو اور اتفاق بڑھے۔ جس طرح سے ایک ہوا پہلے چل گئی تھی کہ بچہ بچہ بھی اسلام سے متنفر تھا اس طرح کی ایک ایسی ہوا چل جاوے کہ باہمی اخوت اور اتحاد بڑھے اور نفاق اور بغض و تعصب دلوں سے نکل جاوے۔

فرمایا

قاعدہ کی بات ہے انسان کو ایک مخفی امر پر جتنا اعتقاد ہوتا ہے اس پر اتنا اعتقاد نہیں رہتا جب وہ ظاہر ہو کر سامنے آجاوے۔ مثلاً ان ہندوؤں کی دیوی دیوتا جتنے بھی ہیں اور ان پر ان کو کامل اعتقاد ہے اگر وہ ان کے روبرو آجاویں تو ان لوگوں کے دلوں میں ہرگز ان کی اتنی وقعت نہ رہے۔ یہ نبیوں ہی کا کام ہے کہ وہ اپنی شکل بھی دکھا دیتے ہیں اور اپنی عظمت بھی دلوں میں قائم کر جاتے ہیں۔ مسیح جن کو آجکل لوگ خدا مانتے ہیں اگر وہ یہاں آجاویں اور لوگوں کے حلقے میں بیٹھیں تو ممکن نہیں کہ اُن کی بُزرگی خدائی کی عظمت بھی لوگوں کے دلوں میں رہ سکے چہ جائیکہ وہ کچھ اور خدائی کا دبدبہ بٹھا سکیں۔ کیونکہ لوگوں نے جس خیال سے اُن کو خدا تسلیم کیا ہوا ہے۔ ظاہر ہو جانے پر اُن میں وہ باتیں نہ پاکر ضرور ہے کہ انکار کردیں۔ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جب کسی خاص شخص کے متعلق کوئی اعتقاد پیدا کرتا ہے تو ساتھ ہی اُس کی ایک خیالی تصویر بھی اس کے ذہن میں آجاتی ہے۔ جب تک وہ اس کی نظر میں سے غائب تھی جب تک تو خیر مگر جب وہ شخص یا چیز اس کے سامنے آجاتی ہے اور انسان اس کو اپنے خیالی بت یا تصویر کے خلاف پاتا ہے تو اس کے دل سے اس کی عظمت اُٹھ جاتی ہے۔ یا کم از کم وہ عزت نہیں رہتی چنانچہ یہی حال اُن لوگوں کے مصنوعی خدا کا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ اصل میں وہ شخص اُن کے دل کی خیالی تصویر کے مطابق نہیں ہوتا۔ جو کچھ انھوں نے سمجھا ہوتا ہے وہ نہیں بلکہ کچھ اور ہی باتیں ہیں۔ تو بد اعتقاد اور بدظن ہو جاتے ہیں۔ اور اصل میں یہ وہیں ہوتا ہے جہاں ایسے امور میں اول غلو سے کام لیا جاوے۔ مگر انبیاء ایسی ذات اور وجود ہوتے ہیں کہ وہ اپنا وجود دکھا کر اپنی عظمت قائم کرتے ہیں۔

۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۸ء قبل عصر

۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو بعد نماز عصر چند ہندو مستورات حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دردولت پر آئیں۔ اور بیان کیا کہ ہم **مہاراج کے درشن کے واسطے آئی ہیں** حضور علیہ السلام کی خدمت میں اطلاع کی گئی چنانچہ آپؑ نے نہایت لطف اور مہربانی سے اُن کو اجازت دی اور وہ گھر میں جاکر حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت اقدس چونکہ ان دنوں مضمون رسالہ **پیغام صلح** کے لکھنے میں مصروف تھے تھوڑی دیر کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ اب درشن ہوگئے اب تم جاؤ۔ مگر اُنھوں نے عرض کی کہ ہم کو آپ کوئی وعظ سنا دیں ہم اسی واسطے حاضر خدمت ہوئی ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے اُن کے اصرار اور اخلاص کی وجہ سے اُن کو یوں مخاطب کیا۔ (جو کہ آپؑ نے ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو قبل عصر بیان فرمایا)

فرمایا

اصل بات یہ ہے کہ آپ لوگوں میں اگر دو ایک باتیں نہ ہوں تو آپ لوگ آریہ وغیرہ لوگوں سے سو درجہ بہتر اور اچھے ہو۔ اُن میں سے پہلی بات تو یہی ہے کہ خدا کو جو کہ ہمارا تمہارا پیدا کنندہ اور پروردگار حقیقی ہے اس کو واحد لاشریک جان کر اس کی عبادت کرو۔ اس کی عبادت میں کسی دوسرے دیوی۔ دیوتا۔ پتھر یا پہاڑ۔ سانپ یا کسی دوسرے بیت ناک درندے گنگا مائی یا جمنا کوئی درخت ہو یا نباتات غرض کوئی بھی بت اُس کے ساتھ شریک نہ کیا جاوے اور اُسے ایک اکیلا خدا کر کے پوجا کرو۔ یہ جو تم لوگوں نے ۳۳ کروڑ دیوتا بنا رکھے ہیں ان کی کیا ضرورت تھی اور یہ کیوں بنائے گئے ہیں؟۔ اتنے خدا تمام دنیا میں اور تو کسی کے بھی نہیں ہیں

[حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اتنا بیان سنکر ان مستورات نے طلب حق کی غرض سے عرض کی کہ یہ بات آپ ہمیں سمجھا دیں]

اسپر حضرت اقدس ؑ نے فرمایا کہ دیکھو گدا دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو نرگدا۔ دوسرے خرگدا۔ نرگدا کا تو قاعدہ ہوتا ہے کہ ایک آواز کی اور اگلے دروازے پر چل دیئے۔ کسی نے کچھ دے دیا تو ٹھیک ورنہ خیر۔ بلکہ ایسے لوگوں کو بعض لوگ پیچھے سے آ کر بھی خیرات دیتے ہیں اُن کا کام صدا کرنا اور آگے بڑھنا ہوتا ہے۔

مگر برخلاف ان کے خرگدا دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں اور ایک ہی دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں جب تک اُن کا سوال پورا نہ کیا جاوے۔ اور آخر ایسے گدا کو ملتا ہے اور ضرور ملتا ہے۔ یہی حال خدا سے مانگنے والوں کا ہے۔ خدا سے بھی وہی پاتے ہیں جو خرگدا بن کر خدا ہی کے دروازے کے ہو رہتے ہیں۔ اور پکے ہو کر استقلال سے خدا کے حضور سے مانگتے ہیں۔ غیر مستقل اور جلد باز جو جلدی ہی نا امید یا بدظن ہو جاتے ہیں وہ ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ صدق اور ثبات کے ساتھ خدا کی ذات پر کامل ایمان اور یقین بھی ضروری ہے۔

یہ امر صدق اور اخلاص کے خلاف ہے کہ جلدی ہی خدا سے مایوس ہو کر اوروں کی طرف اپنی حاجت کو لے جانا۔ اور در بدر مارے مارے پھرنا۔ کبھی کسی بُت کے حضور التجا میں کرنا کبھی کسی دیوتا پتھر پہاڑ جنگل کے درخت یا گئو ماتا کی طرف حاجت کو لے جانا اس امر کی دلیل ہے کہ ایک خدا پر بھروسہ نہیں۔ اور اس کو ساری حاجتوں کا پورا کرنے والا ہونے پر کامل ایمان نہیں۔ یا جلدی سے تھک کر اُس سے نا امید ہو کر اوروں کی طرف اس حاجت کو پھیلانا غیرت الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔

ایک چھوڑ کر دوسرا اور دوسرا چھوڑ کر تیسرا خدا بنانا اور اُن سے اپنی حاجتیں چاہنا بالکل غلط راہ ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ ایک کو پکڑو اور اُسی سے اپنی ساری حاجتیں چاہو اور وہ سب کی حاجت روا ہے۔ شرط صبر اور استقلال اور ایمان ہے۔

اتنا حصہ سُن کر حضور سے عرض کی کہ یہ بات تو سچی ہے مگر حضرت اقدس کے منشاء کو پا کر کہ حضرت اقدس چاہتے ہیں کہ تبلیغ جلد ہو نرمی سے عرض کی کہ ہم دور سے آئی ہیں سیکھا لانے کی خواہش ہے۔ اور صرف درشن اور باتیں سننے کو آئی ہیں۔ اب فرمائیے کہ پرمیشر سے پراتھنا کیسے کیا کریں۔؟

فرمایا

پراتھنا بے شک اپنی زبان میں کر لیا کرو۔ یوں کہا کرو کہ اے سچے اور واحد خدا۔ اے کہ تو ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ اور سب کے حالات سے واقف ہے۔ تجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ اور ہر ذرہ تیرے تصرف میں ہے۔ تو جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ تو ہمیں گناہ اور بھرشٹ زندگی سے نکال کر سیدھا رستہ بتا۔ ایسا ہو کہ ہم تیری مرضی کے موافق ہو جاویں۔ بدیوں سے ہمیں بچا۔ بدیاں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ ہم چاہتی ہیں کہ ہم سے دور ہو جاویں۔ ان کا تو آپ ہی کوئی علاج کر۔ ان کا دور کرنا ہماری طاقت سے دور ہے۔ اور ایسا ہو کہ ہم تیری رضا کے راہوں پر چل کر ہمیشہ کی نجات اور سکھ کی وارث ہو جاویں۔ اور کوئی دکھ ہمارے نزدیک نہ آوے۔ پہلے بد کرموں کے پھل سے بچا اور آئندہ نیک کرموں کی توفیق عطا فرما۔

اس طرح سے خدا سے سچے دل سے اور نیک نیتی سے خرگدا کی طرح پکی بن کر اسی سے نہ کسی اور سے دعا کیا کرو۔ اور سب دیوی دیوتے ترک کر دو۔ آخر اس طرح کی سچی تڑپ اور دعا سے ایسا دن آجاوے گا کہ دلوں کے سب گند دھوئے جاویں گے۔ اور شانتی اور سکھ کی زندگی شروع ہو جاوے گی۔ فقط

فرمایا

ان عورتوں کی حالت سے پتہ لگتا تھا کہ شریف اور مخلص عورتیں تھیں۔ لاہور جیسے شہر میں ایسی شریف اور نیک عورتوں کا وجود غنیمت ہے۔ فقط

حضرت خلیفۃ المسیح کی پہلی تقریر

بعد کلمہ شہادت و تعوذ آپ نے آیت

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر۔ پڑھی اور اس کے بعد فرمایا

سنۃ اللہ متعلق وفات انبیاء

میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔ جو ابدی اور ازلی ہمارا خدا ہے۔ ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے اس کا ایک کام ہوتا ہے جو کر جاتا ہے جب کر چکتا ہے۔ خدا تعالیٰ اُس کو بلا لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابھی بلاد شام میں نہیں پہنچے تھے۔ کہ رستہ ہی میں فوت ہو گئے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا ذکر فرمایا۔ کہ مجھے دی گئیں ہیں مگر آپ نے وہ کنجیاں (چابیاں) نہ دیکھیں کہ جلدی گئے ایسی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں یہاں بھی بہت سے لوگ تعجب کریں گے کہ کئی پیشگوئیاں کی تھیں وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں۔

پیشگوئیاں کس طرح پوری ہوا کرتی ہیں

میرے خیال میں یہ اللہ کی سنت ہے۔ کہ وہ بتدریج کام کرتا ہے اور پھر جسے مخاطب کرتا ہے کبھی اس سے مراد اس کا بیٹا بھی ہوتا ہے جیسے پارہ میں فرمایا۔ حالانکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ نہ تھے۔ پس خدا کی باتیں رنگ برنگ شکلوں میں پوری ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی یہ بھی سنت ہے کہ بعض مواعید کو کسی دوسرے وقت پر ملتوی کر جاتے ہیں اسی لئے فرمایا یصبکم بعض الذی یعدکم اس بعض الذی پر خوب غور کرو کہ اس میں یہی سِر تھا۔ کہ تمام وعدے نبی کی زندگی میں پورے نہ ہوں گے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا قد یوعد ولا یوفی۔ یعنی بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے۔ مگر پورا نہیں کرتا۔ نادان سمجھتا ہے۔ کہ اس نے وفا نہیں کی حالانکہ مناسب وقت پر وہ وعدہ یا اس کی مثل پورا ہو جاتا ہے۔

امامت کی خواہش نہیں

میری پچھلی زندگی پر غور کر لو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ مولوی عبد الکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہشمند نہیں۔ میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہشمند نہیں۔ اگر خواہش ہے۔ تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اس فکر میں کئی دن گذارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہو گی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اول میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں اسی طرح خدمت گذاران دین میں سے سید محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں سید

ضروری اعلان۔ حضرت اقدس کے آخری مضمون سننے کا جلسہ جو ۱۴ جون کی تاریخ کو مقرر ہوا۔ وہ سردست کسی آئندہ تاریخ کے لئے ملتوی کیا گیا جسکی باضابطہ اطلاع دیجاویگی۔ کمال الدین وکیل۔ لاہور

گئے ہیں صفات رہیں ہیں کبھی ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ جن سے ہمیں انسان شرمندہ ہو جاتا ہے۔ آپ تو ضعیف العمر ہیں بہت ہی اچھا ہوتا حضرت کی تائید میں کہیں یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی کئی اصحاب ہیں۔

یہ ایک بڑا بوجھ ہے خطرناک بوجھ ہے اسکا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دکھوں کے لئے جو بیچ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں۔ موجودہ حالت میں سوچ لو۔ کیا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اس وقت مردوں بچوں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کر لو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں میں خود ضعیف ہوں۔ بیمار رہتا ہوں پھر طبیعت مناسب نہیں۔ اتنا بڑا کام آسان نہیں۔ حضرت صاحب کیا تھے چار کام تھے۔

اول ایک ان کی اپنی عبودیت۔ دوم کنبہ پروری۔ سوم مہمان نوازی۔ چہارم اشاعت اسلام جو ان کا اصل مقصد تھا۔ ان چار کاموں میں سے ایک سے ہم سبکدوش ہو سکتے ہیں وہ آپ کی عبودیت تھی جو ان کے ساتھ رہے گی آپ نے جیسے اس جہان میں خدمتیں کیں ویسے ہی بعد الموت کریں گے باقی تین کام ہیں ان میں سے اشاعت اسلام کا کام بہت اہم اور نہایت مشکل ہے اس وقت دہریت کے علاوہ اندرونی اختلاف بھی ہے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اختلاف کے مٹانے کے لئے ہماری جماعت کو منتخب کیا ہے تم آسان سمجھتے ہو مگر بوجھ اٹھانے والے سمجھتے ہیں سخت مشکل ہے میں میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عابد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کر لو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اس کے بعد میری ساری عزت اور اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال ...... تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے اسی لئے اللہ نے اپنے بندے کا نام عبد رکھا ہے اس عبودیت کا بوجھ اپنی ذات کے لئے مشکل سے اٹھایا جاتا ہے کوئی دوسرے کے لئے کیا اور کیونکر اٹھائے طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے یک رنگ ہونے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے میں تو حضرت صاحب کے کاموں میں حیران ہوتا ہوں کہ اول بیمار پھر اس قدر بوجھ۔ نثر۔ نظم۔ تصنیف۔ دیگر ضروری کام۔ ادھر میں حضرت صاحب کے قریب عمر۔ وہاں تائیدات روزانہ موجود یہاں میری حالت ناگفتہ بہ۔ اسی لئے فرمایا۔ فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ کہ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت

میں ایک بڑا امر پیش کرتا ہوں کہ جناب ابوبکرؓ کے زمانے میں عرب میں ایسی بلا پھیلی تھی کہ سوا مکہ اور مدینہ اور جواثہ کے سخت شور و شر اٹھا۔ مکہ والے بھی مرتد ہونے لگے مگر وہ بڑی پاک روح تھی جس نے انہیں کہا کہ اسلام لانے میں تم سب سے پیچھے ہو۔ مرتد ہونے میں کیوں پہلے بنتے ہو صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میرے باپ کے اوپر جو پہاڑ گرا ہے وہ کسی اور پر گرتا تو چور ہو جاتا۔ پھر بیس ہزار کی جماعت مدینہ میں موجود تھی اور چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے چکے تھے کہ ایک لشکر روانہ کیا جائے پس اس کو بھیج دیا۔ ادھر اپنی قوم کا یہ حال تھا مگر آخر خدا نے اپنی قدرت کا نمونہ دکھلایا۔

ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضٰی لہم۔ کا زمانہ آ گیا۔ اس وقت بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے نبی کریم صلعم کے بعد ابوبکر کے زمانہ میں صحابہ کرام کو بہت سی مساعی جمیلہ کرنی پڑیں سب سے پہلا اہم کام جو کیا وہ جمع قرآن ہے اب موجودہ صورت میں جمع یہ ہے کہ اس پر عملدرآمد کرنے کی طرف خاص توجہ ہو۔

پھر حضرت ابوبکر نے زکوٰۃ کا انتظام کیا۔ یہ بڑا عظیم الشان کام ہے۔ انتظام زکوٰۃ کے لئے اعلیٰ درجے کی ذمہ داری کی ضرورت ہے۔

پھر کنبہ کی پرورش ہے غرض کئی ایسے کام ہیں۔

خلیفۃ المسیح اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں۔ تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔

بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے کو شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات۔ دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی۔ اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں۔ جس نے فرمایا۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔

یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔ جس کا کوئی رئیس نہیں۔ وہ مر چکی۔ فقط

×* انہیں خبر نہیں کہ مرزا نہیں مرا در اصل وہ آپ مر گئے ہیں

اس وقت اپنے فرض کو شناخت کرنا چاہئے۔ اور وہ یہی ہے کہ ہم نہایت استقلال اور توجہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے اس قائم کردہ سلسلہ کی اعانت میں مصروف ہو جائیں اور اس اعانت میں جس رنگ کا اور جس طرح حصہ لے سکتے ہیں اس میں شریک ہوں اور سب سے بڑی بات جس کے لئے ہمیں طیار ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ

قدرت ثانیہ کے ظہور کیلئے مل کر دعائیں کریں

جیسا کہ حضرت امام علیہ السلام نے ہدایت فرمائی ہے دیکھو کتاب الوصیت صفحہ ۶

"میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان پر سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔"

یہ وصیت ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی ہے اسکے لئے جماعت کا فرض ہے کہ ہر جگہ اس قدرت ثانیہ کے ظہور کے لئے مل مل کر دعائیں کریں اور بڑی خوشی کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ نے قدرت ثانیہ کے ظہور کا مظہر اول ہمیں عطا کیا وہ مظہر اول وہی ہے جس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں یعنے حضرت حکیم الامۃ۔ پس اس وقت ہمیں ضروری ہے کہ ان باتوں کی طرف توجہ بھی نہ کریں جو ہرزہ درا مخالف کرتے ہیں یا کریں گے بلکہ ہم اس قدرت ثانیہ کے ظہور کیلئے داعی رہیں ہاں کوشش کی جائیگی کہ شیطان کے حملوں سے کمزور طبیعتوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ان اعتراضات اور نکتہ چینیوں پر بھی نظر کی جاوے جو ابلہ فریب مخالف کرتے ہیں اس وقت میرا مقصد صرف یہی تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے آپکے اخلاق صدق و وفا اور استقلال اور خارق عادت برداشت کا سبق دوں اس لئے میں اس مضمون کو جو وفات مسیح موعودؑ کے سلسلہ میں میرا پہلا آرٹیکل ہے ختم کرتا ہوں اور خدا ترس نکتہ چینیوں اور معترضوں کو حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہامی شعر سنا دیتا ہوں

اے معترض بخوفِ الٰہی صبور باش تا خود خدا عیاں کند ایں نور اخترم

اور ایسا ہی ان لوگوں کو جو ابتک غفلت میں پڑے ہوئے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے معاملہ کی تحقیق و غور امروز فردا پر ڈال رہے تھے انہیں اسی قصیدہ الہامیہ کے اس شعر کیطرف متوجہ کر دیا جو اسوقت انکی حالت کا اندازہ کر کے فرمایا تھا

امروز قوم من نشناسد مقام من روزے بگریہ یاد کند ایں وقت خوشترم

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا